رجسٹرڈ نمبر ل ۲۰۳۷

منشی مشکور علی صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جب وطن از ملک سلیمان خوشتر
یوسف کہ بمصر بادشاہی می کرد

خار وطن از سنبل وریحان خوشتر
می گفت گدا بودن کنعان خوشتر

کاکوری اخبار

پانزدہ روزہ

سالانہ چندہ ۳	فی پرچہ ۲؍

جلد ۶ | کاکوری دوشنبہ یکم جنوری سنہ ۱۹۴۰ع مطابق ۱۹ ذیقعدہ سنہ ۱۳۵۸ھ | نمبر ۱۷

ادبیات

(غزل از فکر جناب حکیم سید محمد حکیم الدین صاحب علوی برقؔ کاکوروی)

حد سے گذریں جب روان فرسائیاں
تب نظر آئیں کہیں پرچھائیاں ،

کون ہے ہیں کس کی یہ رعنائیاں
لیں جو حسن و عشق نے انگڑائیاں

بہائیں جب سے عشق کی رعنائیاں
آگے پیچھے رہتی ہیں رسوائیاں

ان سے بہتر کچھ نظر آتا نہیں
اب تو ہیں منظور تنہائیاں

حسن کی داد گر دیں چشم التفات
رنگ لائیں عشق کی پسپائیاں

درد دل درد جگر کب جائیں گے
اُن پہ چلتی رہتی ہیں پُروائیاں

اُنگلیاں اُٹھیں اگر پروا نہیں
چاہ میں ہوتی ہی ہیں رسوائیاں

برقؔ کی سن کر غزل کہتے ہیں سب
در منظم ہیں خیال آرائیاں

عورت سے خطاب

کاشانۂ ہستی کی زندہ تصویر! خواب غفلت سے بیدار ہو کر اب سحر ہو چکی۔ دیکھ! تیرا نفیر اوج ثریا پر پہونچ چکا ہے۔ کیا نہیں دیکھتی۔ انقلاب زمانہ کے زبردست تھپیڑے تیرے حسن کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے والے ہیں۔ تیرا کمال اُس پژمردہ پھول کے مانند رہ گیا جو خزان کے تند تیز جھونکوں کے نذر ہو چکا ہو۔ تیرا زوال فلک نشیں ہو کر تجھ پر طعنہ زن ہے۔ انصاف کی شفاف موجیں تیرے پاؤں کے قرب کے لیے بیتاب ہیں۔ ان کی تمنا کو پائے حقارت سے نہ ٹھکرا۔ تیرے دل میں رحم ہے ...... ہمدردی ہے۔ جو شمع راہ بنکر تیری مشکلات کی تاریکی کو نور سے مالامال کر دیں گے۔ تیرا صبر تجھے راہ استقلال سے بھٹکنے نہ دے گا اور خطروں کر تیری حفاظت کرے گا۔ ہوشیار ہو! کر اب دور زمانہ "مٹے انصاف" کا بلوریں اور چھلکتا ہوا جام لیے تیری طرف آرہا ہے۔ اس سے سیر ہو۔ یاد رکھ موجوں کا انتہائی سکون امن شکن طوفان کا پیش خیمہ ہوا کرتا ہے۔ کہاں ہیں تیرے وہ جوہر جنکی موجودگی سے ایسی ایسی اولوالعزم ہستیاں باغ عالم میں رونما ہوئیں جنکی یاد میں آجتک دنیا ماتمی نغمے گا رہی ہے؟ تو سمجھتی ہے وہ زائل ہو گئے ..... مٹ گئے۔ نہیں ...... وہ تجھ سے دور کہیں پوشیدہ ہیں انہیں تلاش کر۔ اس مشکلات کے بحر بے پایاں کو دیکھ مایوس نہ ہو۔ یہ سراب کی حقیقت رکھتا ہے۔ کشتی ہمت میں قدم رکھ اور آگے عبور کر۔ ہاں۔ اے نغمۂ حیات ایک بار پھر......

بسم اللہ الرحمن الرحیم

[illegible]

کاکوری اخبار

[illegible]

جلد ۲	کاکوری مورخہ دوشنبہ یکم جنوری ۱۹۴۰ء	نمبر ۱۷

اہل قصبہ کو ہمارا پیام

ٹاؤن ایریا الیکشن پہلے ہفتہ فروری میں ہوگا۔ فہرست ووٹران شائع کی جا چکی ہے اور ۳۰ دسمبر عذرداری کی مقرر تھی کہ جنکے نام فہرست ووٹران میں رہ گئے تھے یا غلط اندراجات ہو گئے تھے وہ لوگ اپنے نام درج اور غلط نام صحیح کرا لیں۔ ابھی تاریخ نامزدگی مقرر نہیں ہوئی ہے کہ صحیح طور پر اندازہ ہو سکے کہ کون کون اُمیدوار ہیں۔ اور اس وقت تک نہیں کہا جا سکتا کہ کتنے حضرات ہندو مسلمانوں میں اپنی اُمیدواری کا اعلان کرنے والے ہیں۔ ہم اس وقت اپنے اہل قصبہ سے ہندو ہوں خواہ مسلمان ایسے لوگوں کو منتخب کرنے کی اپیل کریں گے جو صحیح معنی میں وطن کی خدمت کرنے کے اہل ہوں اور بلا لحاظ پارٹی بندی سچائی و دیانتداری کے ساتھ خدمت وطن کا جذبہ رکھتے ہوں۔

نہ ہم اس وقت موجودہ اراکین ٹاؤن ایریا کی طرز روش پر کوئی ریویو کرنا چاہتے ہیں اور نہ آئندہ ہونے والے ممبروں کے واسطے کوئی لائحہ عمل پیش کرنے کی ضرورت معلوم ہوتی ہے بلکہ صرف ووٹران سے اس قدر درخواست کریں گے کہ وہ اپنے حق رائے کو مناسب اور آزادی سے استعمال کریں تاکہ اُنکے نمائندے صحیح معنی میں اُنکے قائمقام کیے جانے کے حقدار ہوں۔ جن کے قول و فعل کا کسی ذریعہ سے ثبوت مل چکا ہو کہ اُنھوں نے وطن عزیز کے لیے نفع اور خدمت سے دریغ نہ کیا ہو۔ پارٹی بندی سے بالاتر ہو کر خدمتِ وطن کی ہو اور بلا کسی اثر کو قبول کیے ہوئے نیک نیتی و ایمانداری سے اور بغیر کسی تعصب کے صرف خدمت خلق کا جذبہ پیش نظر رکھا ہو۔

ساتھ ہی ہم یہ بھی کہہ دینا چاہتے ہیں کہ محض نام و نمود والوں کا انتخاب یا کمیٹی میں صرف رائے شماری کی خانہ پُری کرنے والے حضرات بے کار و فضول ہیں۔ قائمقام ایسے ہوں جنکی خود کوئی رائے ہو۔ موقع و معاملہ کو سمجھ بوجھ کر اپنی رائے دے سکیں اور کسی چلتے پُرزے ممبر کے ہاتھ میں کھلونا نہ بنیں۔ سب سے بڑا اور اہم معاملہ چیرمین کا انتخاب ہے جس میں ہر رائے دہندہ کو بہت غور و فکر سے کام لینا ہوگا۔ چیرمین کے فرائض بہت بڑی ذمہ داری کے ہیں۔ اس جگہ کے لیے قابلیت کے ساتھ ساتھ اثر و رسوخ بھی کافی رکھتا ہو۔ تمام ذمہ داری چیرمین ہی پر ہوتی ہے۔ اور وہی تمام افسران و حکامان کے سامنے آپ کا نمائندہ اور کمیٹی کا قائمقام ہو کر جائیگا اُسکی شخصیت ایسی ہو کہ وہ بڑے سے بڑے عہدہ دار سے مرعوب ہوئے بغیر سچائی و ایمانداری سے آپ کی ضروریات اور وطن کی فلاح و بہبود کو پیش نظر رکھتے ہوئے ترجمانی کر سکے۔ ساتھ ہی اپنے پوزیشن کو قائم رکھتے ہوئے قصبہ کے لیے مفید تجاویز کو حکام بالا کے پورے طور پر ذہن نشین کرا کے اپنا مطلب نکال لے۔ اور پیچیدہ معاملات کو مناسب موقع حل کر سکے تعصب اور خودنمائی کا اُس میں شائبہ بھی نہ ہو۔ اگر کسی وقت ہندو مسلم سوال اتفاقیہ درمیان میں آ جائے تو ایک بے تعلق شخص کی طرح اُس کو صاف کر دے۔ چیرمین کو صرف تحریر پر تنہا قابو نہ ہو بلکہ تقریر میں بھی قدرت رکھتا ہو۔ کمیٹی میں اگر کوئی اُلجھاوے کی بات پیدا ہو جائے تو اُس کو اپنی قوت فیصلہ پر اتنا درک ہو کر نہایت خوبصورتی سے اس گُتھی کو سُلجھا سکے۔

ہمکو جو کچھ عرض کرنا تھا کر چکے اب یہ کام رائے دہندگان کا ہے وہ ہماری تحریر کو ٹھنڈے دل سے پڑھیں اور غور و توجہ سے سوچیں کہ ہمنے جو کچھ لکھا ہے وہ کہاں تک قابل عمل ہے۔ ولیس۔

(بقیہ مضمون حاشیہ صفحہ ۳ ملاحظہ ہو)

(۵) تقریبات میں شرکت اور وطن میں ایام تعطیلات گذارنے کے لیے بہت سے اعزہ و احباب کاکوری آئے تھے۔ چھٹیوں کا زمانہ وطن میں ہی لطف سے گذرا اور خوب چہل پہل رہی۔ اُن حضرات کے علاوہ جنکے ذکر اوپر آ چکے ہیں۔ منشی حبیب احمد علوی ایم۔ ایس سی، حاجی شفیق احمد علوی، منشی عبدالرحمن علوی، مولوی محمد تقا اور مولانا عنایت اللہ (فرنگی محلی)، منشی عبدالصمد پنشنر تحصیلدار، حکیم مرادی، حکیم الدین حسین رضا علوی برقی بھی وطن آئے تھے۔ اب اپنے مقامات پر واپس گئے۔

اورنگ آباد (دکن) کی اطلاعات:- (۱) نقی علی علوی بی اے کو منشی ٹانگ کا گریڈ ملا۔ (۲) محمد شمیم علوی خلف منشی محمد خلیل مرحوم اول تعلقداری اورنگ آباد کے دفتر میں ملازم ہو گئے۔ (۳) اہلیہ منشی نبی الحسن علوی بی اے م

[illegible]

نقوش

قصبہ میں گرانی اجناس وغیرہ کا اثر۔ انتہائی جدوجہد کے بعد صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بہادر نے جو نرخنامہ شہر لکھنؤ کے لیے مقرر کرکے اعلان کیا تھا اُس کا اعلان یہاں بھی کرا دیا گیا اور معلوم ہوا ہے کہ پولیس میں بھی سرکاری طور پر وہی نرخنامہ بنیوں سے عملدرآمد کرانے کے لیے بھیجا گیا ہے لیکن ہم کو بتحقیق معلوم ہوا ہے کہ کاکوری کے بنیے اور دوکاندار بالکل اُس نرخنامہ پر عملدرآمد نہیں کر رہے ہیں۔ اور اپنا من مانی بہاؤ اشیا کا مقرر کر رکھا ہے۔ غلہ جو بازار میں فروخت کے لیے رکھا جاتا ہے وہ بے انتہا ناقص ہوتا ہے خصوصاً گیہوں تو اکثر سڑا ہوا اور بہت خراب قسم کا بیچا جاتا ہے۔ معلوم نہیں کہ اہلکاران پولیس اس طرح کی بے اعتدالیوں کے متعلق کیا کارروائی کر رہے ہیں۔ دریافت ہوا ہے کہ دفتر مسلم لیگ میں لوگ (مسلمان اور ہندو) آکر شکایت کرتے ہیں۔ جہاں دوکانداروں کے نام و پتہ درج کرکے بعد جانچ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب کے پاس رپورٹ بھیجنے کا انتظام کیا گیا ہے۔ عام پبلک سے درخواست ہے کہ گراں و ناقص فروشی کی زیادہ سے زیادہ صحیح شکایات دفتر مسلم لیگ میں درج کرائیں۔ ساتھ ہی پولیس کو بھی اطلاع کرتے رہیں۔

ہمارے پاس یہ بھی اطلاعیں پہونچتی ہیں کہ کچھ ذمہ دار ہندو و مسلم ہستیاں بلالحاظ پبلک کی پریشانیوں کے قصبہ کے بنیوں کے ہم نوا ہیں اور اُن کی طرف سے کوشش اُن کی موافقت میں کر رہے ہیں۔

سرکاری لائبریری:۔ تقریباً دو سال کا عرصہ ہوا یہ سنا گیا تھا کہ گورنمنٹ نے ایک کتب خانہ قصبہ میں کھولنے کا تہیہ کیا ہے اور اُس کے انتظام کے لیے بعض مقامی معتمد حضرات کی ایک کمیٹی بھی بنائی گئی تھی اور ایک جلسہ شروع ہی میں کرکے یہاں سے ایک خاکہ بھی مرتب کرکے بھیجا گیا تھا۔ لیکن پھر پتہ نہ چلا کہ اُس کمیٹی کا کیا حشر ہوا اور اُس نے کتنے جلسے کیے اور لائبریری (جو سنا ہے عالم وجود میں آ چکی ہے اور کتابوں کا کافی ذخیرہ بھی جمع ہو چکا ہے۔ غالباً اُس وقت جو مقامی کمیٹی بنی تھی اب اُس کی ضرورت باقی نہ رہی ہوگی اور کوئی خاص ہستی لائبریری کے لیے کرتا دھرتا قرار دے لی گئی ہوگی۔ بہرحال ہم نے سنا ہے) اہل قصبہ کو پورے طور پر اس کا علم بھی نہیں ہے کہ کوئی لائبریری منجانب گورنمنٹ قصبہ میں قائم ہوئی ہے۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۴ کالم ۲ ملاحظہ ہو)

اس قصر کی مضبوط بنیاد کے نیچے غریب مزدوروں کی کتنی حسرتیں اور کتنی اُمیدیں دبی ہوئی ہیں۔ ہوا کا ایک سرد جھونکا اُس کے بالوں کو منتشر کرتے ہوئے اور اُس کے کان میں کچھ کہتے ہوئے سائیں سائیں کرتے ہوئے نکل گیا۔ اُس کے جواب میں اُس نے چاروں طرف دیکھا۔ بدن کو تولا اور جست میں احاطے کی دیوار کے اوپر اور اُس کے بعد کوٹھی کے اندر داخل ہو گیا۔ عقب کے دروازے سے آہستہ آہستہ نوکروں سے بچتا ہوا کوٹھی کے اندر داخل ہو گیا۔ کوٹھی کے مکین اپنی خوابگاہوں میں بے فکری کی نیند کے مزے لوٹ رہے تھے۔ ایک بڑے کشادہ و وسیع کمرے میں داخل ہوکر وہ اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔ ابھی مشکل سے چار یا پانچ منٹ گزرے ہونگے کہ کوٹھی میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ "چور۔ چور" کی آوازوں سے کونہ کونہ گونج اٹھا۔ تھوڑی سی دیر میں کوٹھی کے بڑے احاطے میں اُس کی بُری گت بنائی جا رہی تھی۔ اور اُس پر جوتہ۔ لات۔ گھونسوں اور چانٹوں کی بارش ہو رہی تھی جبکہ بعد اُس کے ہاتھ لوہے کی کسی سخت چیز میں جکڑے ہوئے تھے۔ (باقی آئندہ)

(بقیہ مضمون صفحہ ۲ ملاحظہ ہو)

(۵) والدہ شفقت علی عباسی (برگد تلہ) جو آجکل بیوہ شیخ لطف علی مرحوم کی تیمارداری کے سلسلہ میں لیڈی ڈفرن اسپتال لکھنؤ میں مقیم ہیں اتفاقیہ طور پر ہاتھ کے انگوٹھے میں چوٹ آ گئی تھی جسنے بہت طول کھینچا اور اسپتال کی لیڈی ڈاکٹر نے بیہوشی سنگھا کر اپریشن کرنا تجویز کیا ہے۔ باری تعالیٰ ہمشیرہ مکرمہ کی تکالیف جلد رفع فرمائے۔ متفرقات:۔ (۱) مولوی شفیع الدین حسن صاحب علوی کئی سال کے بعد گونڈہ سے (جہاں اب اُنکا مستقل قیام ہے) معہ اپنی اہلیہ و بہو اور صاحبزادہ مولوی قطب الدین علوی کے تعطیلات دسمبر سے قبل وطن آ گئے تھے اور کئی دن مقیم رہے۔ مولوی قطب الدین نے معہ اپنی اہلیہ کے جناب حافظ شاہ علی حیدر صاحب قلندر سے شرف بیعت بھی حاصل کیا۔ (۲) شیخ محمد حسن عباسی اپنے عہدہ اکسائز انسپکٹری سے چارج دیکر ۲۳ دسمبر سنہ ۳۹ء کو کاکوری آ گئے۔ معلوم ہوا ہے کہ فی الحال طویل رخصت لی ہے اور بعد ختم رخصت پنشن سے لینے کا تہیہ کر لیا ہے۔ ۳۰ سال مدت ملازمت ختم رخصت پر پوری ہو جائیگی۔

(۳) خانصاحب مولوی ضیاء الحسن علوی ایم۔ اے انسپکٹر مدارس عربیہ بعرصہ کے بعد معہ متعلقین و صاحبزادہ مولوی حسن ابن ضیا علوی ضیا بڑے دن کی تعطیل میں بغرض شرکت تقریبات وطن آئے تھے کئی دن قیام رہا اور سب اعزہ و احباب سے ملاقات کی۔ (۴) ۲۸ دسمبر سنہ ۳۹ء کی شب کو زیر صدارت منشی اطہر علی صاحب

حرم سرا کا خواب اور اسکی تعبیر

(از حسن ابن ضیا علوی ضیا کاکوروی)

اس کے قدم سو سو من کے ہو رہے تھے۔ آدھی رات کی ہولناک تاریکی میں اسے اپنے پیروں کی آہٹ بھی تعاقب کرنے والے پولیس کانسٹبلوں کے پیروں کی آہٹ سے کم وحشتناک نہیں معلوم ہوتی تھی اسکی رفتار میں ارادے کی پختگی عیاں تھی۔ اس نے چوری کا مصمم ارادہ کر لیا تھا اور وہ اپنے اس ارادہ پر اپنے کو لعنت ملامت بھی نہیں کر رہا تھا۔ کیونکہ اس نے اچھی طرح آگا پیچھا سوچ لیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اس کی نفس کُشی نے اس کے ساتھ ظلم کیا ہے جس نفس کو اس نے مار مار کر اور اپنی ضروریات تک کو اپنی تعلیم پر قربان کر کے دن اور رات کی محنت اور جان توڑ کوششوں سے اتنی مشکل سے بی۔ اے پاس کیا۔ اب وہ اپنی نفس کو اور زیادہ شکست نہیں دے سکتا تھا۔ اب اس میں نفس کُشی کی طاقت نہیں رہی تھی آخر یہ سب کیوں؟ کس جرم کی پاداش میں اس کو ان مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ کیا اس لیے کہ اس میں مکاری کا شائبہ نہ تھا اس لیے کہ وہ چلتا پرزہ آدمی نہ تھا؟ اس لیے کہ وہ دنیا والوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنا نہ جانتا تھا؟ اس لیے کہ اس نے نیک نیتی اور ایمانداری سے ابھی تک اپنی زندگی کے ایام گذارے تھے؟ شاید اس لیے کہ اس کا ذہن تیز نہ تھا۔ تو کیا کند ذہن ہونا یا نہ پڑھنا اس کا عظیم ترین قصور یا گناہ تھا؟ کیا جو لوگ نہ پڑھیں یا جن کا ذہن اچھا نہ ہو ان کو دنیا میں رہنے کا کوئی حق نہیں؟ کیا ان کی قسمت میں پلاؤ زردہ نہ سہی سوکھے ٹکڑے بھی نہیں؟ کتنے کندۂ ناتراش والیانِ ریاست جو الف کے نام بے بھی نہیں جانتے ہر وقت دولت و ثروت میں لوٹتے رہتے ہیں کتنے غبی اور جاہل تعلقداروں کے یہاں دولت ایک مفلس کی تکالیف کی طرح لامحدود ہے۔ یہ انصاف ہے؟ کہا جاتا ہے کہ خدا کی مصلحت کو سمجھنا مشکل ہے۔ مشیت ایزدی میں کسی کو چارہ نہیں۔ صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔ کتنی لغو جھوٹی اور دل خوش کن باتیں ہیں۔ اپنے صبر کے پھل کی شیرینی سے وہ خوب واقف تھا۔ اس نے کوئی کوشش اٹھا نہ رکھی تھی۔ اس نے کب محنت سے منہ موڑا۔ وہ ایسا انسان نہ تھا کہ معمولی معمولی ناکامیوں سے گھبرا کر بیٹھ جائے۔ اس نے بڑی بڑی مصیبتیں سخت سے سخت تکالیف ہنس ہنس کر کاٹ دی تھیں اس میں صبر کا مادہ اتنا تھا جتنا کہ ایک کسان میں زمیندار کے جوتے و گالی کھانے کا۔ مگر صبر کی آخر ایک حد ہوتی ہے۔ آج جب کہ اس کی ملکیت بھی جو اس نے اپنی عزیز ترین کتاب بیچ کر حاصل کی تھی اس کی جیب سے چوری ہو گئی تھی تو اس کا دامن صبر چھوٹ گیا۔ اب اس میں برداشت کی قوت نہ رہی۔ اس کا خون کھولنے لگا۔ اس کی نظر میں ساری دنیا بے ایمان جھوٹی اور دھوکے باز نظر آنے لگی۔ وہ سوچنے لگا کہ ایمانداری و سچائی سادہ لوحوں کا شیوہ ہے۔ وہ اب اس جھوٹے مقولے سے اپنے کو زیادہ دھوکا نہ دے سکتا تھا۔ جب دنیا والے ایسے نادار اور مجبور شخص کی چوری کرنے میں عار نہیں سمجھتے تو وہ کیوں قسمت کو رو کر ہاتھ پر ہاتھ رکھکر بیٹھ رہے اب اس طرح کی زندگی بسر کرنا انتہائی بزدلی ہے۔ وہ بھی چوری کرے گا اور ضرور کرے گا۔ وہ سرمایہ داروں سے بدلے گا، وہ اپنی قسمت پلٹ دے گا۔ اپنا مستقبل روشن کرے گا۔ محض پیدائش پر انسان کی بدنصیبی یا خوش نصیبی کا انحصار ہو وہ یہ نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس کے قدم تیزی سے اٹھنے لگے اور سانس تیزی سے چلنے لگی وہ چونک پڑا اس کے خیالات کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ وہ خیالات کی دھن میں دور نکل آیا ہے۔ اپنی منزلِ مقصود سے دور۔ وہ پھر الٹے پاؤں واپس ہونے لگا۔ فضا میں موت کی سی خاموشی چھائی ہوئی تھی رات تاریک تھی بے انتہا تاریک ایک غریب کسان کی قسمت کی طرح تاریک۔ تاریکی بے انتہا بھیانک تھی سرمایہ داروں کے وجود کی طرح بھیانک۔ تمام کائنات سو رہی تھی۔ کانسٹبل کی سیٹی کی آواز اور کتے کا بھونکنا خاموش فضا میں سنائی دے رہا تھا۔ گھپ اندھیرے میں ہاتھ کو ہاتھ نہ سوجھتا تھا۔ رفتہ رفتہ اس نے اپنی چال دھیمی کر لی آخر وہ ایک مقام پر آکر ٹھہر گیا۔ اب سڑک پر اسکی آنکھوں کے سامنے انسان کی ریاکاری اور اس کی جانفشانی کا بہترین نمونہ ایک عالیشان عمارت کی شکل میں تھا۔ بجلی کی روشنی عالیشان کمرہ کے روشن دانوں رنگ برنگ شیشوں سے چھن چھن کر چاروں طرف خوشنما بھیانک انداز میں پھیل رہی تھی۔ اس محل کی ایک ایک اینٹ میں جانفشانی کا کتنا پسینہ جذب ہے

(بقیہ مضمون صفحہ ۹ پر ملاحظہ ہو)

سماج کی بھینٹ

(از قادری احمد محسن صاحب علوی تماشائی)

(۱)

حسب معمول غروب آفتاب کے وقت کرکیٹ کھیلنے کے بعد میں گھر واپس آرہا تھا کہ راستہ میں ایک بوڑھی عورت نے دست سوال دراز کرتے ہوئے مجھے آگے بڑھنے سے روک دیا۔

میری جیب خالی تھی۔ مکان قریب ہی تھا۔ گلی میں مُڑ کر مکان تک اپنے ساتھ چلنے کی اسکو ہدایت کی اور میں بوڑھی عورت کو اپنے ہمراہ گھر لایا۔ ضعیفہ کو گرم گرم کھانا اور ٹھنڈا پانی ملا تو وہ باغ باغ ہوگئی اور میری شریک حیات کو سینکڑوں دعائیں دیتی ہوئی واپس گئی اور اُس نے یہ دستور بنا لیا کہ جس روز اُس کو پیٹ بھر کھانے کو نہ ملتا تو وہ میرے گھر پر آکر بیٹھ جاتی۔ میری بیوی کی تنہائی دور کرتی اور خدا جانے کہاں کہاں کے قصے ایسی فصیح و بلیغ زبان میں سُناتی کہ بعض اوقات میں بھی دنگ رہ جاتا۔

ایک روز دوپہر کا وقت تھا۔ میں مدرسہ سے واپس ہوکر مصروف خواب تھا۔ میری رفیقہ حیات دالان میں بیٹھی ہوئی مشین پر بنا میز پوش تیار کر رہی تھیں کہ اتنے میں کسی کے آنے کی آواز سُنائی دی۔ میں نے تکان کی باعث اس طرف کوئی توجہ نہ کی اور پلنگ پر ہی لیٹا رہا۔ ضعیفہ اور میری بیوی میں حسب ذیل گفتگو شروع ہوئی۔

"بڑی بی تم کہاں رہتی ہو اور تمہاری کوئی بہو بیٹی ہے یا نہیں"

بوڑھی عورت نے نہایت ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے پانی کا اشارہ کیا۔ پانی پی چکنے کے بعد اپنی رام کہانی شروع کی۔

"بیٹا آج تم سے وہ بات کہہ رہی ہوں جو اب تک کسی سے نہ کہی تھی۔ میں ترسی قصبہ راجورہ کی رہنے والی ہوں۔ میں اس قبیلہ کی بیٹی ہوں جس خاندان کے اکثر افراد کو جیل خانہ کی موت نصیب ہوئی۔ میرا بڑا بھائی اب بھی خون کے بدلہ میں حبس دوام کی سزا سنٹرل جیل میں بھگت رہا ہے۔ میرا باپ بھی خونی تھا اور اُس کو مرے ہوئے بیس بیس چالیس برس ہوئے جبکہ میری عمر انیس سال کی تھی۔ جو اوڑھنے پہنے کا زمانہ ہوتا ہے۔ ماں باپ کی چہیتی مدرسہ میں پڑھتی تھی۔ گاؤں کے لوگ مجھے اور اماں کو بُری نظروں سے دیکھتے تھے۔ لیکن میری ماں نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی اور مجھے مدرسہ میں شریک رکھا۔ اُس مدرسہ کی تعلیم ختم کرنے کے بعد میں نارمل اسکول میں معلّمہ بننے کی تعلیم حاصل کرنے لگی۔ لیکن مقدر میں تو ٹھوکریں کھانا لکھی تھیں میرے نصیب ایسے کہاں تھے جو چین سے تعلیم جاری رکھ سکتی۔ اسی زمانہ میں والد اور بھائی ایک قتل کے جُرم میں ماخوذ ہوئے اور سرکار نے موت کی سزا تجویز کی۔ لیکن خدا بھلا کرے بڑے بیرسٹر کا جس نے خدا واسطے ہماری کوشش کی اور پھانسی کے بدلے حبس دوام کی سزا منظور ہوئی۔

باپ کی گرفتاری اور سزایابی کے بعد میں ماں کے پاس آئی۔ عزیز بیٹے اور سرتاج کی جدائی نے اُس کی صحت خراب کردی تھی۔ آمدنی کا ذریعہ مسدود ہو چکا تھا۔ بجز چند بیگہ کھیتوں اور ایک مختصر مکان کے کوئی ذریعہ پرورش نہ تھا۔ چند مویشی اور دو چار مُرغیاں کل سرمایہ حیات تھیں۔ میری تعلیم کا مسئلہ اور ہم دونوں کی پرورش کا سوال میری والدہ کو دیوانہ بنائے دے رہا تھا۔ اور میں بھی اس کو محسوس کر رہی تھی۔ کہ جس طرح بنے چھ مہینہ گذر جائیں اور میں معلّمہ بن کر اپنے پیروں پر کھڑی ہوکر گھر کو سنبھال لوں۔

(۲)

خزاں کا موسم تھا۔ سرد ہوا کے جھونکے چل کر بعض وقت بدن میں جُھرجُھری سی پیدا کر رہے تھے۔ سورج ڈوب چکا تھا۔ میری رخصت ختم ہونے والی تھی اور میرے مستقبل کا مسئلہ زیر غور تھا۔ میں اپنی ماں کو تسلّی دے کر تعلیم ختم کرنے اور معلّمہ بن جانے کے خیال سے دلاسا دے رہی تھی کہ ہمارا پڑوسی جو باپ کا عزیز دوست اور گاؤں کا سب سے زیادہ لائق کاشتکار تھا دروازہ پر دستک دیکر گھر کے اندر داخل ہوا اور نہایت گھبرائے ہوئے الفاظ میں ماں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا

"تمہاری زمین خرید کر بڑا دھوکا ہوا"۔ میں بات کاٹ کر بول اُٹھی "پٹیل بابو! تمہاری زمین ہماری زمین سے تو ملی ہوئی ہو۔ جیسے وہ کھیت ویسے یہ کھیت"۔ پٹیل بابو کو میرا بولنا ناگوار گذرا مگر انھوں نے خود کو سنبھالتے ہوئے جواب دیا۔ "زمین تو ایک ہی ہے لیکن کئی سال سے کھاد نہ ملنے کی وجہ سے غلّہ کی کاشت کے قابل نہیں رہی ——"

ماں نے پوچھا پھر کیا کروگے پٹیل بابو؟ — (باقی آئندہ)

مشہور و معروف انگریزوں کے مقولے

(ہندوستان اور ہندوستانیوں کے متعلق)

"سر ہنری اسٹریچی، جج کلکتہ ہائی کورٹ" اپنی کتاب موسومہ "حکومت خود اختیاری" میں لکھتے ہیں کہ "ہندوستان جیسے آباد اور مہذب ملک میں انصاف اور سلطنت کا نفاذ صرف اسی ملک کے باشندوں کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔"

"سر آسکن پیری" نے ۱۸۵۳ء میں کمیشن تحقیقات قابلیت اہل ہند کی رپورٹ لکھتے ہوئے دو کامیاب بیرسٹروں کی شہادت سے اتفاق رائے ظاہر کیا۔ اور اس بنا پر لکھا ہے کہ "ہندوستانی مجوزین کی قوت فیصلہ کمپنی کے ان مجوزین سے بدرجہا بہتر ہے۔"

"سر ایڈورڈ ریان کو" نے ۱۸۵۳ء میں کہا تھا کہ "میں ہندوستانیوں کی قابلیت اور انفصال مقدمات کی صلاحیت دیکھ کر حیرت میں ہوں۔"

"لارڈ سیلسبری" نے ۱۸۶۶ء میں ایک موقع پر لکھا تھا کہ "فی الحال میرے نزدیک یہ ممکن نہیں ہے کہ ہندوستان کے جو حصص ہمارے زیر نگیں ہیں وہاں کے سرکاری عہدوں پر زیادہ تر ہندوستانیوں کو ممتاز رکھا جائے لیکن ہمارے تسلط کا اگر یہ اثر ہوا کہ ہندوستان کے وہ باشندے جو حکمرانی کی اہلیت رکھتے ہیں ان مواقع سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو گئے تو یہ ایک نقصان عظیم ہوگا۔"

"لارڈ ڈیسلی" نے ۱۸۶۶ء میں لکھا تھا کہ "ہمیں ایسی حکومت کو جہاں تک ممکن ہو ترقی دینے کی کوشش کرنا چاہیئے تاکہ دیسیوں کی قدرتی استعداد اور تدبر کی نشو و نما ہو سکے اور ان میں جتنی خوبیاں ہیں حکومت کی امداد میں کام آ سکیں۔ مغلیہ سلطنت کا راز سر بستہ حکمت عملی تھی جو اکبر اور اس کے جانشینوں کا شعار رہی جنھوں نے ہندؤں کی اعانت اور قابلیت سے فائدہ اٹھایا اور حتی المقدور اپنے آپکو اہل ملک کے ساتھ یکذات کر لیا۔ ہمیں ان واقعات سے سبق حاصل کرنا چاہئے اگر ہم یہ جانتے ہیں کہ اس فرض کو ادا کریں جو ہندوستانکی طرف سے ہمپر عائد ہوتا ہے تو ہم اسی طرح سبکدوش ہو سکتے ہیں۔ کہ ملک میں جتنے اشراف و اکابر ہیں ان کی امداد اور مشورہ سے فائدہ اٹھائیں۔ یہ جواب کہ ہندوستانی دماغ میں تدبر اور قابلیت کا سرمایہ ناکافی ہے۔ ایک بے معنی لغویت ہے۔"

"کرنل سلمین" (جنہوں نے ٹھگوں کی سرکوبی میں کارہائے نمایاں انجام دیئے تھی)۴

وہ طبقہ جو عورتوں سے نفرت کرتا ہے

عورتوں میں بلاشبہ بے حد کشش اور دلفریبی ہے۔ اور اس میں کوئی شبہ بھی نہیں ہے کہ عورت ایک دلکش چیز ہے۔ لیکن تجربہ بتاتا ہے کہ دنیا کی جتنی بھی دلکش چیزیں ہیں وہ امن اور سکون کو برباد کرنے والی ہیں۔ موسیقی کی دلکشی سے کون انکار کر سکتا ہے۔ شراب کی کشش کس قدر نمایاں ہے۔ دیگر منشیات میں بھی بے حد کشش ہے۔ یہانتک کہ لوگ ان منشیات کی بدولت بڑے بڑے جرائم کرتے ہیں۔ عورت کو بھی منشیات ہی کا ایک مجموعہ سمجھئے جو ہمکو اندھا۔ بہرا کر دیتی ہے۔

عورتوں کو اپنے شوہروں سے کس قدر تعلق ہوتا ہے اس کا اندازہ اس سے کر لیجئے۔ کہ اگر عورت کا ایک کام بگڑ جائے تو وہ سارے گھر کو سر پر اٹھا لیتی ہے۔ لیکن اگر اس کا شوہر بیمار ہو جائے۔ تو اُسے ہسپتال میں بھیجکر بے فکر ہو جاتی ہے۔ شوہر صرف اس لیے ہوتے ہیں کہ وہ عورتوں کے لیے سامان تعیش فراہم کریں۔ جو شوہر اپنی بیویوں سے محبت کی آرزو رکھتے ہیں وہ بڑے احمق ہیں۔

نیک اور شریف عورتیں اکثر اسی لیے ہی اپنے شوہروں سے دلچسپی رکھتی ہیں۔ کیونکہ وہ چند بچوں کی مائیں بننا چاہتی ہیں۔ لیکن ماں بننے کے بعد ان کو شوہر سے کوئی دلچسپی نہیں رہتی وہ اپنے بچوں کی فکر میں لگ جاتی ہیں۔ اور وہ اپنے بچوں کی دلداری کیلئے سو مرتبہ شوہر کی محبت کو قربان کر سکتی ہیں۔ وہ شوہر جو اپنی بیوی کے متعلق یہ رائے رکھتا ہے کہ اسکی بیوی کو اس کے ساتھ بچے کے مقابلہ میں زیادہ محبت ہے اس زمانہ کا سب سے احمق آدمی ہے۔

بعض لوگوں کا دعویٰ ہے کہ انکی بیویاں ان سے محبت کرتی ہیں۔ ممکن ہے کہ ان کا دعویٰ سچ ہو۔ لیکن اکثر اوقات یہ دعویٰ غلط ہی ثابت ہوتا ہے۔ اگر آپ کو بھی اپنی بیوی کی محبت کا مغالطہ ہے تو ایسا کیجئے کہ نصف آمدنی بنک میں ڈال دیا کیجئے۔ اور بیوی سے کہئے کہ میں نے اپنے ایک دوست کو دیدی ہے۔ اور برابر ایسا کرتے رہیے۔ آپ دیکھیں گے کہ بیوی کی ساری محبت چند ہی روز میں غصہ میں تبدیل ہو جائیگی۔ ایک عورت کے متعلق کوئی دانشمند سے دانشمند یہ رائے نہیں قائم کر سکتا ہے کہ کب وہ بدل جائیگی۔ اسکی فطرت میں غیر مستقل مزاجی اور تلون ہے۔ ایسی حالت میں ہم کسی عورت پر بھی اعتماد نہیں کر سکتے۔ خواہ وہ ہماری بیوی یا مجوبہ ہی کیوں نہو۔ (انگریزی سے ترجمہ) ساتھ عبدالشکور خیال

۴ کا قول ہے کہ "میرے تجربہ میں صدہا مثالیں ایسی آچکی ہیں کہ ایک آدمی کی دولت آزادی اور زندگی جھوٹ سے بچ سکتی تھی مگر وہ جھوٹ ہی نہیں بولا یہ کمپنی کا سب سے بڑا قاضی اور عہدہ دار تھا۔" (نوٹ۔ حضرت قاضی القضاۃ مولوی محمد نجم الدین علیخاں صاحب بہادر کی طرف اشارہ ہے اڈیٹر) (ماخوذ)

وطن کی خبریں

نوٹ:۔ اعزہ و احباب اور سب اہل وطن سے جو باہر ہوں
خواہ وطن میں گذارش ہے کہ اپنے یہاں کی قابل اندراج خبریں
اور اطلاعات دفتر میں روانہ کرکے مشکور کرتے رہیں۔ (اڈیٹر)

موسم:۔ سردی اپنے پورے شباب پر ہے۔ اب دھوپ زیادہ ناگوار نہیں ہوتی۔ کمزور اور بڈھے دھوپ کے پیچھے پیچھے پھرتے ہیں۔ اور بعد غروب آفتاب آگ سے بھری انگیٹھیاں کمروں اور دالانوں کو گرم کرنے کے لیے رکھی جاتی ہیں۔ مجموعی حیثیت سے موسم خوش گوار ہے۔

آب و ہوا:۔ بفضلہ تعالیٰ اچھی ہے۔ کوئی خاص شکایت نہیں سنی گئی۔

عقد:۔ (۱) ۲۵؍ دسمبر ۳۹ء بروز دوشنبہ ڈاکٹر مشتاق احمد علوی (ایم۔ بی۔ بی۔ ایس) خلف اکبر کپتان حکیم احمد علوی (ریٹائرڈ سول سرجن) کا عقد نکاح دختر منشی عبدالقیوم (احاطہ حضرت صاحب) کے ساتھ ہوا اور رات کو ۹ بجے رخصتی عروس عمل میں آئی۔ اللہ کا شکر ہے کہ ڈاکٹر حکیم احمد و منشی عبدالقیوم صاحبان فرائض سے سبکدوش ہوئے۔ بعد نکاح خوانی دوپہر کو منشی عبدالقیوم کی جانب سے اعزا و احباب کی طعام لذیذ سے ضیافت کی گئی۔ اور دوسرے دن ۲۶؍ دسمبر (سہ شنبہ) کو ڈاکٹر حکیم احمد نے بڑے پیمانہ پر دعوت ولیمہ میں تمام اعزہ و اہل برادری اور بہت سے بیرونجات کے احباب کو مدعو کیا تھا۔ کھانے کا سلسلہ ۱۰ بجے سے ۲ بجے تک رہا۔ مینو مختلف و متعدد اقسام پر مشتمل تھا۔ اس تقریب کے موقع پر بہت سے حضرات نے تہنیت نامے اور سہرے بھی پڑھے تھے۔

(۲) منشی عبدالعزیز علوی (نبیرہ جناب ڈپٹی امجد علی صاحب مرحوم) کی دختر کا عقد نکاح شریف الدین حسن خلف مسٹر علی الدین حسن بیرسٹر ایٹ لا لکھنؤ (ساکن قصبہ دیوہ) کے ساتھ ۲۰؍ دسمبر ۳۹ء (چہار شنبہ) بعد نماز عصر ہوا۔ بعد نکاح خوانی باراتیوں کی ناشتہ و چائے سے تواضع کی گئی۔ رخصتی عروس آیندہ کسی ماہ میں عمل میں آئے گی۔

یوم نجات:۔ ۲۲؍ دسمبر ۳۹ء کو حسب ہدایت قائد اعظم ملت اسلامیہ مسٹر محمد علی جناح، مقامی مسلم لیگ کے زیر اہتمام جامع مسجد (واقع کٹرہ بازار) میں بعد نماز جمعہ فرزندان توحید کے عظیم مجمع نے (جس کی تعداد ایک ہزار سے زائد نفر پر مشتمل تھی) دو رکعت نماز شکرانہ پڑھی اس کے بعد زیر صدارت الحاج مولوی امیر احمد صاحب علوی بی۔ اے جلسہ کی کارروائی تلاوت کلام پاک سے شروع ہوئی۔ قائد اعظم کا حکم مولوی سید محمد شبیر الدین نے حاضرین کو سمجھایا۔ اور اغراض جلسہ بیان کرتے ہوئے رزولیوشن مرتبہ صوبہ لیگ کونسل کانگریس پر روشنی ڈالی۔ قاضی راشد علیخاں عباسی بی۔ اے نے اپنی تائیدی تقریر میں کانگریس کی مسلم کش پالیسی کی وضاحت کی اور مسلمانوں کو اپنی تنظیم کی ہدایت کرتے ہوئے سب سے بڑی اسلامی اور واحد نمائندہ جماعت میں شامل ہونے اور مسلم لیگ کے سبز ہلالی پرچم کے نیچے بڑی سے بڑی تعداد میں جمع ہونے کی دعوت دی۔ اس کے بعد حافظ حکیم عبدالحلیم صاحب علوی نے اپنی مدلل تقریر میں مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں پر کانگریسی وزارت کے مظالم کو واقعات و تمثیلات سے ثابت کرتے ہوئے بیان کیا کہ یہ دیکھا گیا ہے کہ جس قوم نے اسلام میں رخنہ اندازی کی اسے فرور نیچا دیکھنا پڑا ہے۔ تقاریر کے بعد رزولیوشن پر رائے لی گئی جو بلا اختلاف منظور ہوا۔ حکیم صاحب نے جملہ حاضرین سے درخواست کی کہ بارگاہ رب العزت میں عجز و خلوص سے دست بدعا ہوں کہ رب العالمین گنہگار مسلمانوں کے حال زار پر رحم فرمائے اسلام کو سربلند اور مسلمانوں کو صحیح معنوں میں مسلم کہے جانے کا مستحق کرے اور اب دوبارہ مسلمانوں کو کسی استبدادی حکومت کی غلامی میں گرفتار نہ کرے۔ دوسرا رزولیوشن جس میں قائد اعظم پر اظہار اعتماد اور ممدوح کی کارگذاریوں کا اعتراف کیا گیا تھا بتحریک قاضی احتشام علیخاں عباسی بی۔ اے اور بتائید حافظ عبدالسلام صاحب بالاتفاق منظور ہوا۔ تیسرا رزولیوشن مسٹر عبدالرحمن صدیقی ایم۔ ایل۔ اے (صوبہ بنگال) کے بیان پر جو انھوں نے "یوم نجات" کے سلسلہ میں اخبارات میں شائع کرایا تھا اور قائد ملت کی ذات پر گستاخانہ اور رکیک حملے کیے تھے اظہار ناراضگی و تنفر پر تھا۔ منشی محمد محب الرحمن علوی کی تحریک اور مولوی احسن مجتبےٰ علوی کی تائید سے متفقہ طور پر پاس ہوا۔ بعد ختم جلسہ مسجد سے باہر دوسری شرکت مسلم نیشنل گارڈ نے اللہ اکبر، اسلام زندہ باد، مسلم لیگ زندہ باد، قائد اعظم زندہ باد کے فلک شگاف نعرے لگائے۔ خاص بات قابل ذکر یہ ہے کہ مخالفین نے قصبہ میں جلسہ و مقام کے اعلان سے پہلے بڑے بڑے اشتہار بھی تقسیم کر دیے کہ کاکوری میں "یوم نجات" کے سلسلہ میں کوئی جلسہ نہ ہونے دیں گے۔

لیکن اسقدر عظیم مجمع سے مرعوب ہو کر مخالف پارٹی کو کسی نازیبا حرکت کی جرأت نہیں ہوئی۔ جس کا شکریہ۔ (رپورٹر)

بزم مشاعرہ:- حسب اعلان ۲۴ دسمبر ۱۹۳۹ء کو قاضی راشد علیخان صاحب بی۔اے کے دولتکدہ پر ۹ بجے دن کو مقامی "بزم ادب" کے زیر اہتمام الحاج مولوی امیر احمد صاحب علوی کی صدارت میں مشاعرہ شروع ہوا۔ سامعین کی کثیر تعداد کے علاوہ شعرا بھی معقول تعداد میں تشریف لائے تھے۔ اور اپنی طرحی غزلوں سے مشاعرہ کو بہت کامیاب بنایا۔ غزلیں سب بہت اچھی تھیں اور بعضوں نے تو مشاعرہ کو اپنا لیا۔ ہر حیثیت سے مشاعرہ بہت کامیاب رہا۔ بعد ختم مشاعرہ سکریٹری نے شعرا اور سامعین کا شکریہ ادا کیا۔ اور جناب قاضی صاحب کا بھی خاص طور سے شکریہ ادا کیا گیا جنہوں نے حق مہمانداری ادا فرمایا تھا۔ قاضی صاحب کی طرف سے تمام حاضرین کی چاء۔ حقہ۔ پان سے تواضع کی گئی تھی (غزلوں کا انتخاب انشاء اللہ آئندہ درج اخبار کیا جائیگا۔ (ڈیٹر)

اعراس:- (۱) حضرت مولٰنا حمید الدین محدث کا سالانہ عرس حسب معمول یکم ذیقعدہ ۱۳۵۸ھ بروز چہارشنبہ عصر و مغرب کے درمیان زیر اہتمام مولوی احتشام الدین علوی (انبردار موضع دگیا) مسجد واقع بارہ دری (مولوی محلہ) میں ہوا۔ مسعود حفاظ نے آیات کلام مجید کی تلاوت کی اور فاتحہ خوانی کے بعد حاضرین کو مطابق دستور قدیم بوندیاں تقسیم کی گئیں۔ (۲) حضرت منعب علیشاہ (چودھری محلہ) کے عرس کے سلسلہ میں حسب معمول قدیم ۲ ذیقعدہ ۱۳۵۸ھ (یکشنبہ) بعد نماز عصر قل و فاتحہ خوانی کے بعد حاضرین کو شیرینی تقسیم ہوئی۔ قل کے بعد پھر فاتحہ پڑھا گیا اور لوگوں کو تبرک تقسیم کیا گیا دیگر مخصوصین کے گھر و نیز بھی تبرک بھیجا گیا۔ یکم و ۲ ذیقعدہ کی درمیانی شب میں شاہ صاحب موصوف کے مزار پر حسب معمول چراغاں بھی ہوا تھا۔ جناب محسن علیشاہ صاحب خلف حضرت منعب علیشاہ نے ٹکھرا شاہ و میر میاں (جو حضرات منعب علیشاہ کے ہمعصر تھے) کے عرس بھی مثل سالہائے گذشتہ کئے تھے۔

(۳) ۸ ذیقعدہ ۱۳۵۸ھ (چہارشنبہ) کو حضرت شاہ نظام الدین قاری عرف شیخ بھیکہ کا سالانہ عرس زیر انتظام حافظ حکیم عبدالحلیم صاحب حسب دستور قدیم عصر و مغرب کے درمیان مسجد اندرونی احاطہ مزار میں ہوا اور ریختہ آیت و فاتحہ خوانی کے بعد حاضرین کو حسب معمول بوندیاں تقسیم کی گئیں۔

صحت و تندرستی:- (۱) گذشتہ ایام میں والدہ مولوی نظام الدین حیدر علوی وکیل کے پیر میں ایک چھالا نکل آیا تھا جس نے بعد میں بہت خطرناک صورت اختیار کر لی تھی اور اس میں سمیت پیدا ہو گئی تھی۔ جراحوں کے علاج سے کوئی نفع نہ معلوم ہونے پر مولوی نظم الدین لکھنؤ سے ولایتی مرہم وغیرہ لائے جس کے استعمال سے فائدہ ہوا اور چھالے کا زخم خشک ہو گیا موصوفہ بالکل اچھی ہیں کوئی شکایت بفضلہ نہیں ہے۔

(۲) مولوی احتشام الدین علوی (مولوی محلہ) کو کئی دن شدید بخار لرزہ سے آیا تھا جس نے انکو دس بارہ دن فریش رکھا۔ اب بفضلہ اچھے ہیں مگر پیر کے انگوٹھے بند ہو گئے ہیں۔ علالتیں:- شیخ حیدر حسن عباسی کا اب ڈاکٹری علاج شروع ہوا ہے بخار اب نہیں ہے۔ طبیعت بھی چاق معلوم ہوتی ہے۔ تبدیلی علاج کے بعد ایکدم دست آ گئے تھے اب دست نہیں آتے۔ ڈاکٹر عبدالحمید نے تشخیص غذا اور دوا میں قوت کا خاص طور پر خیال رکھا ہے۔ کمزوری پہلے ہی سے تھی۔ بخار نے اور بھی ضعیف کر دیا حسب تجویز ڈاکٹر انجکشن شروع ہوئے ہیں۔ (۲) قاضی ولی حیدر صاحب عباسی نے بواسیر کی شکایت کا جو طریقہ علاج سے گرانیکا شروع کیا تھا ہمت سے بڑی تکلیفوں کے برداشت کے بعد ابھی پورے طور پر زخموں کا اندمال نہیں ہوا تھا کہ ایک ورم نمایاں ہو گیا اور تکلیف شروع ہوئی لہٰذا اب پھر دوبارہ وہی عمل اس مسّے پر بھی ہو رہا ہے۔ آجکل تکلیف زیادہ ہے۔ خدا کرے اب بالکل ازالۂ مرض ہو جائے۔ اس طرح مسلسل تکالیف نے انکو بہت کمزور کر دیا ہے۔

(۳) بیوہ شیخ طلعت علی مرحوم کو ڈفرن اسپتال لکھنؤ میں علاج کے بعد درد کمر کی تکلیف تو رفع ہو گئی۔ لیکن ایک دن شدید دورہ اسہال کا پڑا تھا جس نے بہت کمزور کر دیا تھا اور بڑی تشویش پیدا ہو گئی تھی۔ فوری طبی امداد سے وہ کیفیت رفع ہو گئی اب طبیعت چاق ہے اور دیرینہ مرض اسہال بھی رفع ہوتا معلوم ہوتا ہے۔ لیڈی ڈاکٹر کا گمان کولہے میں سرطانی اثر کا تھا ایکسرے کے بعد اسکا خیال رفع ہو گیا۔

(۴) والدہ مولوی خلیل احمد عباسی کو اس عشرہ میں کوئی شدید دورہ اختلاج نہیں ہوا۔ بھوک بھی بمقابلہ پہلے کے اب کچھ کھلی ہے۔ ضعف البتہ ابھی بدستور ہے۔ حکیم حافظ عبدالحلیم صاحب کے علاج سے بظاہر نفع معلوم ہوتا ہے۔

(۵) معراج الحسن خلف ماسٹر اظہار الحسن کو اب کاکوری سے آیا گیا ہے۔ ہمدم صاحب کے علاج سے ہاتھ کے زخم کی حالت اچھی بیان کی جاتی ہے باری تعالیٰ صحت کلی عطا فرمائے۔ (۶) اہلیہ منشی عبدالقیوم (احاطہ حمد صاحب) کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ انگلی ہڈی پر ایک پھنسی نکل آئی تھی جس نے بہت طول کھینچا اور اب تشویشناک حالت ہو گئی ہے کہ ڈاکٹر حکیم احمد علوی نے پلٹس بند ہوا اسکے بعد نشتر دینا تجویز کیا تھا لیکن زخم خود بخود منہ ہو جانے سے نشتر نہیں دیا گیا۔ خدا کرے زخم جلد مندمل ہو جائے۔

یونائیٹڈ انڈیا پریس لکھنؤ میں باہتمام سید توسل حسین پرنٹر طبع ہو کر دفتر کاکوری اخبار مولوی محلہ (تال ملی) کاکوری سے سید محمد مشیر الدین نے شائع کیا۔